محمد اشرف ایم اے۔ صدر شعبہ عربی۔ اسلامیہ کالج پشاور

یہ مقالہ شام ہمدرد پشاور میں تذکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں "حضور انور بحیثیت رہنمائے نظام معاشی و اقتصادی" کے عنوان سے پڑھا گیا۔

اشرف

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور معاشی نظام

تمہید | ہمارے آقا سید الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تبارک و تعالیٰ کے آخری رسول اور نبوت کا معراج تام ہیں آپکی بعثت کا دائرہ ہر زمان و مکان کو اپنے دائرہ عمل و حیطۂ اختیار و نفوذ میں لئے ہوئے ہے۔ آپ جملہ انبیاء کے سردار اپنی تکمیل و جامعیت میں ممتاز گلشن نبوت کے گل سرسبد اور باعث آفرینش و حاصل کائنات ہیں ؎

آب و گل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں تب کہیں اک آدمی کونین کا حاصل بنا

آپ سے پیشتر جو نبی یا رسولؑ آئے کسی خاص قوم و طبقے یا محدود وقت کے لئے تشریف لائے۔ لیکن آپ ہمیشہ کے لئے آئے۔ ہر طبقہ اور گروہ۔ ہر نسل و قوم اور ہر ملک و علاقے کے لئے آئے۔ آپ کی نبوت لازوال۔ آپ کی رسالت دائمی، آپ کا دین ابدی ہے۔ اس لئے آپ کی شان سب انبیاء میں نمایاں۔ کام سب سے اونچا۔ کردار سب سے پیارا، دائرہ سب سے وسیع۔ دعوت سب سے کامل۔ نمونہ سب سے اعلیٰ اور پیام ہمہ گیر و عالمگیر ہے۔ اس لئے آپ کا ہر نظریہ و عمل ہر قول و فعل اپنی جامعیت و کاملیت میں اپنی نظیر آپ اور دلکشی و محبوبیت میں لاثانی و بے مثال ہے ؎

تو ہے مجموعہ خوبی و سراپائے جمال کونسی تیری ادا جسکے طلبگار نہیں

آپ کا دین توحید الٰہی کے ساتھ "وحدتِ انسانیت" دین و دنیا کی یکجائی معاش و معاد کے ارتباط اور دنیا و آخرت کے باہمی ربط و تسلسل کا علمبردار ہے۔ آپ کا دین مسجد و بازار۔ عبادت و معاملات خدا پرستی اور دنیا داری کی دوئی کا قائل نہیں بلکہ آپ کے دین وحدت نے انسانی

زندگی کو ایک "کل" کی صورت میں پیش کیا جس میں انسان کے جملہ انفرادی و اجتماعی۔ دینی و دنیاوی۔ قومی و طبقاتی۔ نجی و عائلی، تجارتی و زراعتی۔ صنعتی و معاشی۔ اقتصادی و سیاسی، معاشرتی و عمرانی احوال و معاملات کا انتہائی منصفانہ قابلِ عمل حل پیش کر دیا گیا۔ جس میں جملہ طبقات انسانی کے مفادات و ضروریات کی رعایت کی گئی ہے۔

حضرات کرام! اپنے موضوع پر بات شروع کرنے سے پیشتر ایک ضروری نکتہ کیطرف آپ کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے جب ہم ان کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بات کہنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ رسول کا پیام اسکا ذاتی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سن کر کہتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دیکھ کر سناتا ہے۔ اس لئے ہر نبی کے قول و فعل پر الٰہی علم کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے قول و فعل میں علوم و مرضیاتِ الٰہیہ کا پیام رساں اور نمونہ ہوتا ہے۔ اس کا مخلوق سے تعلق اپنی انسانی نسبت سے کم اور اپنی نبوی اور الٰہی نسبت سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وما محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ وکان اللہ بکل شیئٍ علیما۔ (احزاب)	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیام بر اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

اس آیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اے انسانو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا انسانی نسبی تعلق نہیں اس لئے ان کے کلام و پیام کو ان کی بشری حیثیت سے نہ پڑھو بلکہ ان کے رسول ہونے کی حیثیت سے ان کے ہر پیام و کلام اور ان کے عطا کردہ ہر نظام کو مانو خواہ وہ عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے متعلق ہو یا معاشیات سے۔ اقتصاد سے متعلق ہو یا سیاسیات سے۔ تدبیر کے متعلق ہو یا عائلی قوانین سے زندگی کے جس طبقے یا جس مسئلہ کے متعلق۔ انہوں نے جو حل اور طریقہ بتا دیا ان کا ذاتی تجویز کردہ نہیں۔ بلکہ "رسول اللہ" ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علم و پیام، حکم و منشار کو آپ تک پہنچایا ہے۔ اس لئے ان کی بات گویا اللہ تعالیٰ کی بات اور ان کی اطاعت گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ قرآن کریم ہمارے اس دعوے کی تصدیق ان آیات پاک میں کرتا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی - (النجم)	آپ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں فرماتے بلکہ آپ کی تو ہر بات اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔
ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ	جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مذکورہ آیت سے دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رتبی زمانی اور مکانی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔

آپ پر نبوت اور رسالت کے ہر جزو کل کو ختم کر دیا گیا۔ اس لئے اب آپ کا پیغام اور لایا ہوا نظام زندگی اور حیات انسانی کے متعلق بتائے ہوئے جملہ طریقے پوری انسانیت کے لئے قیامت تک اللہ تعالیٰ کا آخری پیام اور انسانی فوز و فلاح کامیابی اور نجات کا آخری نظام ہے۔ جس میں کسی تبدیلی و تغیر کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس پیغام و نظام حیات کی بھیجنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جو "کان اللہ بکل شیئ علیما" کی مصداق ہے۔ یعنی ازل میں ابد تک کے احوال و کوائف کی جاننے والی جملہ طبقات انسانیہ کے مفادات کی نگہبان و نگران اور ہر زمانے میں پیش آنے والے انسانی مسائل سے واقف ہے۔ پس جو نظام حیات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ جملہ انسانوں اور ہر طبقہ کے مفادات و ضروریات کا کفیل اور بہترین حل ہے۔ کہ اس کا اصل موجد اور شارع یعنی پیش کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اس لئے یہی نظام منصفانہ اور عادلانہ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری شخصیت ایسا نظام حیات نہیں دے سکتی۔ خواہ معاشی و اقتصادی ہو یا خواہ سیاسی و قانونی۔ جس میں ہر طبقہ یا گروہ یا فرد کا مجوزہ نظام یا اس کا کوئی حصہ اسلامی نظام کی نہ جگہ لے سکتا ہے نہ اس کا پیوند اسلام میں لگایا جا سکتا ہے۔ انسانوں کا جو گروہ یا طبقہ یا فرد قانون بنائے گا۔ اس میں انسانی بشری میلانات و تقاضوں کی بنا پر طبقاتی نسلی و وطنی و قومی و ملکی مفادات خاصہ VESTED INTERESTS کی کچھ نہ کچھ رعایت ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ دنیا کے دساتیر و قوانین اور ان کی تاریخ سے واقف حضرات اچھی طرح جانتے ہیں۔ سرمایہ دار مزدور کی رعایت کما حقہٗ نہیں کر پاتا مزدور سرمایہ دار کے مفادات سے کامل انصاف فطرتاً نہیں کر سکتا۔ جمہوریت میں اقلیت کی رائے کو در خور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ ڈکٹیٹر شپ میں فرد واحد کی چلتی ہے۔ غرض صرف اللہ تعالےٰ

کی ذات عالی ہے جس کے لئے پوری مخلوق بدرجہ عیال کے ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے "الناس عیال اللہ" (بیہقی فی شعب الایمان) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو قانون بھیجا ہے اور جو نظام عدل یا نظام اقتصاد و معاشیات دیا ہے۔ وہ سب انسانیت بلکہ پوری مخلوق کو سامنے رکھ کر اور مستقبل کے تمام احوال و وقائع کو جان کر دیا ہے جس میں کسی طبقہ کی رعایت نہیں۔ نہ کسی کا خوف "عدل" میں مانع آیا ہے۔ اس نے وہ نظام ہر ذاتی مفاد سے خالی ہو کر محض مخلوق پروری اور انسانیت کی دادرسی کے لئے دیا ہے۔ بقول رومی ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم　　بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اس میں کسی پر ظلم نہ ہوگا نہ ظلم کی کسی کو اجازت دی جائے گی۔ حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں:

یا عبادی انی حرمت الظلم علی	اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے
نفسی وجعلتہ بینکم محرماً	اوپر حرام کیا ہے۔ تو تم آپس میں ایک
فلا تظالموا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)	دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اقبالؒ نے بھی "قانون الٰہی" اور "قانون غیر" کے متعلق خوب کہا ہے۔

وحی حق بینندہ سود ہمہ　　در نگاہش سود و بہبود ہمہ
عادل اندر صلح و اندر مصاف　　وصل و فصلش لا یراعی لا نخاف
عقل خود بین غافل از بہبود غیر　　سود خود بیند نہ بیند سود غیر
غیر حق چوں ناہی و آمر شود　　زور ور بر ناتواں قاہر شود

غرض قانون الٰہی میں کسی خاص طبقہ گروہ، جماعت یا فرد کے لئے ظالمانہ مراعات وتحفظات کا کوئی چور دروازہ کھلا نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ہر طبقہ انسانی کی فلاح و بہبود کے پیش نظر ایسا عادلانہ و منصفانہ نظام اقتصاد و معاشیات پیش کیا گیا ہے جس میں ہر طبقہ انسانی کے حقوق کی حفاظت اسکی دارین کی ترقی کا انتظام ہے اور مختلف طبقات انسانیہ میں الفت و محبت و یگانگت و اخوت کا پورا پاس رکھا گیا ہے۔

ان بنیادی حقائق کو پیش کرنے کے بعد ہم اسلام کے نظریہ اقتصاد کی چند اساسی نکات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ اس کا مختصر عملی خاکہ پیش کرنے کی اس محدود وقت میں کوشش کریں گے۔

جیساکہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام اقتصاد پیش کیا وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے پیش کیا گیا ہے اور جیسے ہر نظام کا مابعد الطبیعاتی یا فکری پس منظر ہوتا ہے جسکی بنیاد پر اس نظام کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں، اسطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ نظام اقتصاد و معاش کی چند مابعد الطبیعاتی اور فکری بنیادیں ہیں۔

پہلی بنیاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت کبریٰ اور رزاقیت مطلقہ کا تصور ہے کہ اصلاً پوری انسانیت کی پرورش و ضروریات کی کفالت اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ قرآن کریم کی بیشمار آیات و احادیث مبارکہ کا ذخیرہ اس حقیقت پر گواہ ہے۔ ربوبیت الٰہیہ کا یہ نظام گو کائنات کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری و طاری ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق چونکہ انسان نرا حیوان یا بڑھیا حیوان نہیں، بلکہ خلیفۂ الٰہی اور انسانی شرف و فضیلت کا حامل ہے اور اسکی زندگی اور ضروریات صرف اس عالم ہی میں ختم نہیں ہو جائیں گی۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے نظام کی انسان کے بارے میں چند موٹی موٹی بنیادوں پر بنا رکھی۔

۱۔ اسکی دنیاوی و معاشی بنیادی ضرورتیں کسی صورت میں نظر انداز نہ کی جائیں۔ اور اس میں مومن و کافر کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ہی ان ضرورتوں کی کم از کم تحدید فرما کر اعلان فرما دیا تھا:

ان لک ان لا تجوع فیہا ولا	بلاشبہ تمہارا یہ حق ہے کہ تم یہاں نہ
تعریٰ وانک لا تظمؤا فیہا	بھوکے رہو۔ اور نہ ننگے رہو اور یہ کہ تم
ولا تضحیٰ۔ (طٰہٰ)	نہ پیاسے رہو۔ اور نہ دھوپ کی تپش اٹھاؤ۔

یعنی انسان کے کم از کم بنیادی حقوق چار ہیں۔ روٹی، کپڑا، پانی، مکان۔

۲۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے نزدیک انسان کی ضروریات صرف اس عالم ہی میں منحصر نہیں، بلکہ یہ عالم ایک رہگذر ہے جہاں سے چل کر انسان نے اپنے اصلی ٹھکانے میں پہنچنا ہے۔ جہاں اس کا ہمیشہ ہمیشہ کا قیام ہوگا۔

اس لئے اس کا نظام اور اسکی دنیاوی جملہ حاجتوں کی کفالت کا حکیمانہ طریقہ وہ مقرر کیا گیا کہ یہاں کی ضروریات بھی بطرزِ احسن پوری ہوں۔ اور آخرت کی زندگی بھی اس کے ساتھ ساتھ بنتی چلی جائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وما من دابۃ الا علی اللہ رزقہا		اور نہیں کوئی چلنا والا زمین پر مگر اللہ تعالیٰ
ویعلم مستقرہا ومستودعہا		کے ذمہ اسکا رزق ہے اور اللہ تعالیٰ
(ھود - ۱)		اس کی عقوڑے رہنے کی جگہ اور زیادہ
رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا کہ انسان کے ہر عمل کا پھل اسے آخرت میں ملے گا۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ حیات دیا وہ بیک وقت دین و دنیا دونوں کی بھلائی اور کفالت کا ضامن ہے۔

۳۔ انسان چونکہ خلیفۂ الٰہی ہے اس لئے اس کے خلافت کے جواہر و خصائص اور کمالات کی بقا کو اس نظام معاش و اقتصاد میں اس کے حیوانی تقاضوں سے بڑھ کر اہمیت دی گئی ہے۔ خلافت کے جواہر سے ہماری مراد انسان کی وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو اخلاق فاضلہ رحم و کرم جود و سخا صبر و شکر قربانی و ایثار اخلاص و بے نفسی غمگساری و چارہ سازی محبت و الفت وغیرہ وغیرہ اوصافِ حمیدہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے انسان اور حیوان میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ ان جواہر کی بقاء اور آخرت کی زندگی کے بناؤ کے لئے مختلف و متفادت صلاحیتوں کے انسانوں کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا منصفانہ اور عادلانہ نظام معیشت و اقتصاد پیش کیا جس میں ہر فرد و طبقہ اپنی جملہ صلاحیتوں کو بطریقہ احسن بروئے کار لا سکے اس کی دنیاوی اور معاشی حاجتیں بھی کماحقہ، پوری ہو جائیں اور اس کے اخلاقِ فاضلہ کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ بلکہ ہر طبقہ اور ہر گروہ کا انسان اس نظام معاش و اقتصاد محبت و چین، سکون و اطمینان اور بھائی چارے کی زندگی گزار سکے، جس میں طبقاتی کشمکش گروہی کشمکش اور باہمی جنگ و جدل رقابت و منافقت کے جذبات کارفرما نہ ہوں بلکہ ہر طبقہ انسانی دوسرے طبقہ کا ہمدرد و غمگسار معاون و مددگار خیرخواہ اور خدمتگار بن کر زندگی گزارنے کو اپنی نجات و کامیابی کا ذریعہ سمجھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کونوا عباد اللہ اخوانا۔ (بخاری) اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔ کہ ہمارے ایمان کا نشان یہ بھی ہے کہ جو بھلائی اپنے

لئے چاہتے ہو دوسرے انسانوں کے لئے بھی چاہو۔ (احمد)[1] اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نظام معاش و اقتصاد دیا اس میں مزدور کے مفادات کی نگہداشت کو سرمایہ دار کا دین بنا دیا گیا۔ کاشتکار کے حقوق کی ادائیگی زمیندار کا مذہب قرار دیا گیا۔ مالدار کی جائز حاجتوں کو پورا کرنا مزدور کے لئے عبادت ٹھہری اور زمیندار کے حقوق کی ادائیگی کاشتکار کے لئے نیکی بنا دی گئی۔ حاکم و محکوم کاشتکار و زمیندار، مزدور و مالدار ہر طبقہ و ہر گروہ کے مفادات کو آپس میں ٹکرایا نہیں۔ بلکہ انسانیت کی بنیاد پر جملہ طبقات کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے انہیں آپس میں ایک جسد واحد کی طرح جوڑ دیا گیا کہ رب العالمین کے فرستادہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں منافرت و حقارت جنگ و جدل کے جذبات کو سازشوں یا انقلابی دعوتوں کے ذریعہ بھڑکانے نہیں آئے تھے بلکہ آپ کا پیام باہمی الفت و محبت بھائی چارہ اور یگانگت انسانی ہمدردی و غمگساری کا تھا۔ کہ بقول عارف رومی انبیاء علیہم السلام توڑنے نہیں آتے جوڑنے آتے ہیں۔ وہ مختلف طبقات کو آپس میں لڑاتے نہیں آپس میں جوڑتے ہیں ۔

تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

قرآن نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخوت انسانیہ کے انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عادلانہ اور منصفانہ نظام معاشیات و اقتصاد پیش کرنے سے پیشتر دنیا میں رائج دو بڑے نظاموں سرمایہ داری و اشتراکیت کے متعلق بھی مختصر سی گفتگو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ اس افراط و تفریط غلط عمل اور اس کے باطل ردِ عمل کے درمیان اسلام کے معتدل نظام کی حقیقت اجاگر ہو سکے۔

دنیا میں عموماً معاشی بحران اور اقتصادی فساد جن وجوہ سے پھیلتا ہے۔ ان میں سے

---

[1] لایؤمن احدکم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک لوگوں کیلئے بھی اس چیز کو نہ چاہتے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (مسند احمد صفحہ ۲۷۲ ج ۲)

پہلی وجہ سرمایہ داری کا وہ ظالمانہ و بہیمانہ نظام ہے جسے قرآن نے قارونیت و اکتنازیت (ارتکاز دولت) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس کی بنیاد شخصی یا طبقاتی فوائد (VESTED INTERESTS) خود غرضی اور ذاتی منافع پر ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار دولت و زمین کو اپنی پیدا کردہ ذاتی ملک سمجھتا ہے اور اس کے تصرف د کا اپنے کو مختار مطلق گردانتا ہے۔ جس میں وہ وہ کسی خدائی ضابطہ یا حقیقی اخلاقی اقدار کا پابند نہیں ہوتا، اور نہ ہی ملت و انسانیت اور دیگر طبقات انسانی کے مفادات کو اپنا ذاتی مفاد اور ان کے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھتا ہے۔ قرآن کریم نے سرمایہ دار کے اس ذہن کا اشارہ قارون اور قوم شعیب کے الفاظ میں بالترتیب اس طرح فرمایا ہے۔ قارون کہتا ہے۔

"قارون نے کہا یہ سب مال و دولت مجھے اپنے ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ اس لئے میں اس کا مالک حقیقی ہوں اور اس لئے مجھے اس پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔"

قوم شعیبؑ نے کہا:

اصلوتك تامرك ان نترك ما يعبد آباءنا او ان نفعل في اموالنا ما نشاء (۱۱-۸۶)

کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ یا اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ترک کردیں۔

گویا سرمایہ دار مال و دولت کو صرف اپنی ملک سمجھتا ہے اور اس میں ہر جائز و ناجائز تصرف کو اپنے ذاتی مصالح و مفادات کے ماتحت جائز سمجھتا ہے۔ خواہ اس کے اس عمل سے دوسرے طبقات کے حقوق کلیۃً یا جزواً سلب ہو جاتے ہوں۔ قرآن کریم نے سرمایہ دار کی اس ذہنیت کا تذکرہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک پیش شدہ مقدمہ کے تذکرہ میں تمثیل کے طور پر کیا ہے۔ کہ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ اس میں دو فریق تھے۔ ایک کے پاس ۹۹ دنبیاں تھیں۔ دوسرے کے پاس ایک۔ ایک دنبی والے نے مرافعہ کیا کہ ۹۹ دنبی والا کہتا ہے کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دے دے کہ میری سو پوری ہو جائیں ہمارے نزدیک سرمایہ دار کی حرص و آز کا یہی عالم ہے۔ وہ ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے دولت کے جملہ منابع اور ذرائع پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اور چند دن میں دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں

آجاتی ہے۔ وہ پاکستان کے بائیس خاندان ہوں یا امریکہ کے دو سو بیس خاندان۔

سرمایہ داری کی بنیاد جن بڑے بڑے ستونوں پر ہے وہ بے لگام آزاد و باطل نجی ملکیت کے علاوہ سود قمار (سٹہ وغیرہ) احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی اور دیگر ناجائز آمدنیاں وغیرہ ہیں۔ اس نظام پر تفصیلی نقد و تبصرہ کا وقت نہیں ورنہ بتایا جاتا کہ یہ ظالمانہ نظام کسطرح انسانیت کے جملہ اخلاقی و عادلانہ تقاضوں کو ختم کر دیتا ہے اس کے ضمن میں زمینداری کا وہ غیر اسلامی بھی ہے جو کسی خدائی ضابطہ اور حدود و قیود کا پابند نہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام میں "دولت" کی ناجائز و غلط لوٹ کھسوٹ کے ردعمل میں وہ منفی نظام جسے اشتراکیت و اشتمالیت انقلابی سوشلزم وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے ہر اس دور میں وجود میں آتا رہا۔ جب بھی سرمایہ کی بدعملی نے نادار طبقات کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ مصر قدیم میں فراعنہ کے عہد میں اس کے نقوش ملتے ہیں۔ افلاطون نے نظریاتی طور پر اسے کسی حد تک پیش کیا مشہور یونانی مقنن سولون کے عہد میں سپارٹا میں لیکارگا نے اصولِ اشتراکیت کے مطابق دولت کو مساوی تقسیم کر دیا۔ ایران قدیم میں مزدک نے زن زر زمین کے عام ہونے کا نعرہ لگایا۔ اٹھارویں و انیسویں صدی کے یورپ کے حالات نے اس ذہن کو جلا بخشی جسکا سب سے بڑا نمائندہ کارل مارکس ہے جس نے انجلز کے ساتھ مل کر اشتمالیت و اشتراکیت کو ایک مستقل مذہب بنا دیا۔ اور بیسویں صدی میں لینن نے اسے عملی صورت بخشی اور اب روس و مشرقی یورپ کے علاوہ چین میں ماؤزے تنگ کی سرکردگی میں وہ ایک مستقل نظام حیات کی صورت میں رائج ہے اور دیگر ممالک میں پر و بال نکالنے کی کوشش میں مصروف ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اشتراکیت غلط سرمایہ کاری کے ردعمل میں وجود میں آتا ہے۔ اس لئے اس کا مزاج ہر اس بات کا انکار کرتا ہے، جو سرمایہ دارانہ نظام معاش میں ساری و طاری ہیں۔ "ردعمل" کے غیظ و غضب میں وہ سرمایہ دارانہ نظام کے غلط مالی خاکوں کو ہی نہ صرف مٹاتا ہے بلکہ جو چیز وہاں رائج تھی اس کا قلع قمع بھی کر دیتا ہے۔ یورپ کے زمانہ وسطیٰ کے حالات جنکے ردعمل نے مارکسزم کو جنم دیا۔ اس نظام پر اس طرح اثر انداز ہوئے کہ اس نے نہ صرف اقتصادی نظام کی نفی کی بلکہ بقول اقبال کے ؎

کردم ام اندر مقاماتش نگاہ لاکلیسا لاسلاطین لاالٰہ

کا وہ منفی نعرہ بلند کر دیا جو اشتراکی نظام کی رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ اور اشتراکیت کی بنیاد

میں انکارِ خدا، انکارِ آخرت اور انکارِ اقدارِ روحانیہ اور اثباتِ پیٹ و مادیت سمو گئی ہے۔

دین آن پیغمبرِ ناحق شناس　　برمساوات شکم دارد اساس

گویا اب اشتراکیت ایک ایسا ملحدانہ نظامِ زندگی قرار پایا جس میں خدا کی جگہ کارل مارکس نے صحیفۂ آسمانی کی جگہ کیپٹل نے اور پیغمبر کی جگہ لینن و ماؤزے تنگ نے لے لی۔

اس کے اقتصادی نظام کی بنیادی ہیگل کے جدلیاتی نظریہ ڈاروِن کے ارتقائی نظریہ کی بنیادوں پر استوار ہونے کے بعد طبقاتی باہمی کشاکش اور مزدور و کسان اور سرمایہ دار اور زمیندار کی باہمی آویزش قرار پائی۔ یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ دنیا میں اصل مسئلہ پیٹ اور صرف پیٹ کا ہے۔ اس بڑھیا حیوان کی حیوانی زندگی کی ضروریات کے جو مصادر و منابع تھے باہمی کشمکش میں سرمایہ داروں نے قوت و حیلوں سے ان پر قبضہ کر کے ایک بڑے طبقہ کو آسائش زندگی سے محروم کر دیا۔ اور سرمایہ دار کے دھوکے اور دجل نے غریب و مزدور کو فریب دینے کے لئے مذہب کا افیون ایجاد کیا۔ اور خدا پیغمبر اور آخرت وغیرہ کے نظریات اور دین کے حدود و قیود میں اسے الجھا کر پیٹ کے اصل مسئلہ سے بیگانہ کر دیا۔ اس لئے اشتراکی نظریہ میں جیسے سرمایہ دار کا وجود گالی ہے۔ اسی طرح نظریاتی اور عملی طور پر اشتراکی سوسائٹی میں خدا پیغمبر اور دین کا وجود بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں ایک ہی نظریہ جاری ہوگا۔ اور ایک ہی کی بات چلے گی۔ وہ مارکسی لینزم کی بات ہو یا چیرمین ماؤزے تنگ کی۔ جیسے ایک مملکت میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔ اشتراکی مملکت میں "اشتراکی مذہب" کے سوا دوسرا دین عملاً نہیں سما سکتا۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حقائق کو جھٹلاتا ہے۔ خصوصاً اسلام جیسا مذہب جو زندگی کے جزو و کل پر حاوی ہے۔ اشتراکی نظریات کی بقا کے ساتھ اس کا وجود قطعاً باقی نہیں رہ سکتا۔

۲۔ اشتراکیت چونکہ نادار اور مالدار کی آویزش کی نقیب ہے۔ اس لئے انسانی آبادی کا وہ کثیر حصہ جسے سرمایہ داری کے ظالمانہ نظام نے قلاش بنا دیا ہے۔ یعنی مزدور کسان اس کے مسائل کے حل کرنے کی دعوت سے کر وہ آگے بڑھتی ہے۔ گویا وہ ایک "طبقہ" کے مسائل کے حل کی داعی ہے۔ اور "پوری انسانیت" کے مسائل کے حل کا وہ خود بھی دعویٰ نہیں کرتی۔ اشتراکیت ذرائع آمدن اور مصادر و منابع پیداوار کی عام ملکیت کی قائل ہے۔ اس لئے "نجی ملکیت" کا وہ قطعاً انکار کرتی ہے۔ لیکن عملاً اشتراکی ممالک میں مصادر و منابع

پیداوار" مملکت کی ملکیت قرار پاتے ہیں اور مملکت کی باگ ڈور چونکہ "کمیونسٹ پارٹی" کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو کہ ایک "مخروطی پارٹی" ہوتی ہے۔ جس پر صرف چند چوٹی کے لیڈروں کا عملاً اختیار ہوتا ہے اس لئے سب دولت و سرمایہ کے سپید و سیاہ کے مالک و حاکم اور مختار کل کمیونسٹ پارٹی بالفاظ دیگر اس کے چند سرکردہ لیڈر قرار پاتے ہیں جن کے خلاف کسی آواز کا اٹھانا بغاوت قرار دیا جاتا ہے۔ اس طرح اشتراکی ممالک میں دولت و زمین غریب و مزدور کسان کو نہیں ملتی۔ بلکہ سرکاری ملکیت بن کر عملاً کمیونسٹ پارٹی کے قبضہ میں چلی جاتی ہے۔ اور اس کے منافع بھی برابر تقسیم نہیں ہوتا بلکہ جیساکہ روس و دیگر ممالک کی تنخواہوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تنخواہ ۸۰ روبل یعنی ۵۰/- روپے سے تیس ہزار روبل یعنی چھ ہزار روپے تک چلی گئی ہے۔ (بحوالہ اکنامکس آف اسلام صفحہ ۹۵ COMRADE YRON

بہرحال اشتراکی تحریک مزدور و کسان اور نوجوان طالب علم کو سبز باغ دکھا کر ایسے نظام میں قید کر دیتی ہے جس سے بدتر آمرانہ نظام تاریخ میں نہیں دیکھا گیا جہاں انسانی بنیادی آزادیوں کا حال یہ ہوتا ہے ؎

نہ شکایت کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

اقبال نے سچ کہا ہے ؎

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

اسلام نے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس کے ردعمل غیر فطری و باطل اشتراکی نظام کے مقابلہ میں جو نظامِ اقتصاد و معاشیات دیا، وہ انسانی فطرت کے عین تقاضوں کے مطابق ہے اور جملہ طبقات انسانی کے انسانی مادی ضرورتوں اور بنیادی حاجات کی کاربرآری کے ساتھ اس کی روحانیت و آخرت کی کامیابی کا بھی کفیل ہے۔ معاشیات میں سب سے اہم مسئلہ ملکیت "زمین و مال" کا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام بے لگام آزادی نجی ملکیت کا قائل ہے۔ اشتراکیت قطعاً "نجی ملکیت" کی منکر ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نظامِ اقتصاد و معیشت کی بنیاد چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصورِ ربوبیت مالکیت و حاکمیت وغیرہ پر ہے۔ اس لئے اسلام میں اصلاً کوئی انسان

کسی چیز کا حقیقی مالک اور متصرف نہیں ہو سکتا۔ کائنات اور اسکی جملہ اشیاء زمین اور اسکی جملہ چیزوں کا مالک و متصرف و مختار حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم کی بیشتر آیات کا منشاء ہے۔ الارض للہ۔ لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ لہ خزائن السموات والارض۔ لیکن اسکی حکمت کا تقاضا ہے کہ انسانوں کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر مجازی طور پر اپنے احکام اور نازل کردہ حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ مختلف طبقات انسانیہ کو ان کے مفادات کی رعایت کرتے ہوئے اور ان کی صلاحیتوں کو روبکار لانے کے لئے جتنا مناسب سمجھے "زمین و دولت" کا نجی مالک بنا دے۔ یہ نجی ملکیت آزاد اور انسانی خواہشوں کی پابند نہیں ہوگی۔ بلکہ الٰہی نجی ملکیت کا نظام آمدن و صرف ہر حیثیت سے احکامِ الٰہی کا پابند اور حدود الٰہیہ سے مقید ہوگا۔ اور اس نجی ملکیت و دولت کا حصول و استعمال ایک امین کی حیثیت سے انسان کرے گا۔ گویا اسلام "مقید و پابند حدود الٰہی نجی ملکیت کی اجازت دیتا ہے جسکی ایک ایک پائی کی آمدن و صرف کا حساب اس نے اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ اور اگر وہ اللہ کے احکام کے مطابق آمد و خرچ نہیں کرے گا تو وہ ایسا مجرم ہوگا جسکی عبادات تک بعض اوقات مقبول مقبول نہیں ہونگی کہ حرام کمائی والے کی نماز و حج و زکوٰۃ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق مقبول نہیں ہیں۔ غرض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ ملکیت کے بارے میں یہ ہے ؎

در حقیقت مالک ہر شے خداست　　　این امانت چند روزہ نزد ماست

یہ مال و دولت و نجی ملکیت اصلاً فضیلت و شرف کا سبب نہیں بلکہ حکمت الٰہیہ نے اسے دیکر انسان کے اخلاقی جواہر و کمالات کو پرکھنا چاہا ہے۔ کہ کیا انسان خلیفہ الٰہی اور "انسان" کی حیثیت سے اس کا استعمال کرتا ہے یا حیوانوں اور درندوں کیطرح اخلاق کے تقاضوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے کہ اسلام کے نزدیک اصل کمال انسان کا مال و دولت نہیں۔ بلکہ اس کا ایمان و عمل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقید و پابند حدود الٰہی نجی ملکیت کے نظام کو اس طرح قائم فرمایا کہ اسلامی نجی ملکیت کی اجازت ظالمانہ قارونی سرمایہ دارانہ نظام کو جنم نہ دے دے۔ بلکہ دولت کی ایسی عادلانہ تقسیم ہو کہ ایک ہموار معاشی زندگی وجود میں آسکے جس میں ہر طبقہ انسانی کا ہر فرد راحت و چین کی زندگی گزار سکے۔ اور نہ صرف اسکی حاجات ضروریہ ہی پوری ہوں بلکہ وہ معاشرہ میں ایک باوقار اور خود کفیل و فارغ البال انسان بن کر

خدا پرست شخص کی زندگی گذار سکے۔

مقید اسلامی نجی ملکیت کو ارتکاز دولت کا سبب بننے سے روک کر اسلامی معاشیات کی ایک بنیاد قرار دیا گیا۔ قرآن کریم نے ایک مقام پر فرمایا:

کے لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم۔ (الحشر۔۱)	تاکہ دولت تمہارے تونگروں ہی میں سمٹ کر ہی نہ آجائے۔

لیکن اسلام جہاں ارتکاز دولت کو روکتا ہے۔ وہاں انسان کے اخلاق و روحانیت خلافتی کمالات کی بقا کے لئے مساویانہ تقسیم دولت کا قائل نہیں۔ کہ اگر دولت سب میں برابر تقسیم ہو جائے تو جود و سخا، صبر و شکر، ایثار و قربانی۔ بھائی چارہ و غمگساری وغیرہ کی انسانی صفات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اور انسان نرا ایک حیوان یا ایک خود کار مشین بن کر رہ جاتا ہے۔ انسانی قویٰ وصلاحیتوں کے تفاوت کی بنا پر بھی یہ مساوات عادلانہ نہیں۔ کیا آپ کی عقل سلیم یہ گوارا کرتی ہے کہ ایک مجھ جیسا جاہل گنوار اور ایک یونیورسٹی کا اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہر و حاذق استاد مالی اجرت کے لحاظ سے ایک ہی سطح پر لاکر کھڑے کر دئے جائیں۔ اس لئے اسلامی مالی مساوات کا نعرہ غلط ہے۔ اسلام کی نظام معاشیات میں مساوات نہیں مواسات یعنی ہمدردی و غمگساری ہے کہ ہر انسان کے درد کو اپنا سمجھو اور اسکی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھ کر پورا کرو۔ قرآن کریم نے اس عدم مساوات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات لیتخذ بعضہم بعضاً سخریا۔ (الزخرف۔۳)	ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کی روزی کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجات کے اعتبار سے فوقیت دی ہے۔ تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق۔ (النحل)	اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے۔

اسی طرح اسلامی نجی ملکیت کا انکار قرآن کریم کی تقریباً ایک چوتھائی احکام کا ابطال اور اسلام کے پورے نظام معاشی کا انکار ہے۔ یہ بات بھی قطعاً غلط اور اسلام کے اصول

اقتصاد اور انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ کسی سے اس کی ساری نجی ملکیت کو طلب یا جبراً سلب کر لیا جائے۔ قرآن کریم اپنے حکیمانہ انداز میں فرماتا ہے:

وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم	اور اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو
اجورکم ولا یسئلکم اموالکم	اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے اجر عطا کرے
ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا	گا۔ اور تم سے تمہارا سارا مال طلب
ویخرج اضغانکم۔ (الحشر-۴)	نہیں کرے گا۔ اگر تم سے تمہارے

مال طلب کرے۔ پھر انتہا درجہ تک طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ (اسطرح تمہارے مال صرف کرنے کی فطری ناگواری) کو ظاہر کر دے۔

غرض اسلام نے نہ تو نجی ملکیت کو قطعاً ختم کیا نہ اسے بالکل آزاد و بے لگام چھوڑا بلکہ عادلانہ قوانین کے اجراء سے اسے ایسا مقید و پابند کر دیا کہ دولت کی ناہموار تقسیم ختم ہو گئی۔ نہ تو قارونی دولت کے ایسے موانع چھوڑے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے۔ نہ نجی ملکیت کا انکار کر کے انسانی فطری ساخت کے خلاف ہر چیز کا مالک مملکت کو اور نہ عملاً ایک خاص طبقہ کے نمائندوں کو اس کا متصرف بنایا۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد آفرین منصفانہ معاشی خاکہ پیش کیا، اس کے موٹے موٹے خدوخال اس مختصر نشست میں پیش کرتا ہوں۔

اوّلاً نجی ملکیت سے بہت ساری چیزوں کو خارج فرما کر انہیں وقف عام کر دیا جس سے ہر انسان مساوی فائدہ اٹھانے کا حقدار ہے۔ اور وہ انفرادی ملکیت میں نہیں دی جا سکتی۔ ان چیزوں میں آگ، پانی، مٹی، ہوا، روشنی، خود رو گھاس، جنگل اور پانی کا شکار معادن (کانیں) غیر مملوک بنجر زمین وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں بعض چیزوں کا استعمال کا حقدار ہر شخص ہے اور بعض اشیاء سے اسلامی مملکت کے امیر کے حکم سے مصالح عامہ کو پیشِ نظر رکھ کر استفادہ حاصل کیا جائے گا۔

معادن میں فقہا کی تصریح کے مطابق نمک، گندھک، تارکول، تیل، سرمہ، یاقوت وغیرہ جیسی دھاتیں شامل ہیں گویا اگر کوئی شخص اسے نجی طور پر آباد بھی کرے تو اسکا مالک نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: بعض آمدنیوں کو قطعاً حرام و باطل قرار دے دیا۔

قرآن کہتا ہے :

یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بالباطل ۔ (النساء)
اے ایمان والو! اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔

ان باطل طریقوں میں سرفہرست سود کا ہر قسم کا کاروبار ہے جس کے جزو کل کو اسلام نے حرام قرار دے دیا۔ اور سود خوار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا چیلنج دے دیا۔ سود کی بربادیوں کا حال ہر منصف مزاج معاشی سمجھ رکھنے والا شخص کر سکتا ہے۔ حاجتمند اور محتاج کو جسطرح یہ لوٹتا ہے اس کا اندازہ اس سے کیجیئے کہ چالیس سال میں اگر پانچ فیصد بھی شرح سود ہو تو سود مفرد میں محتاج سے یہ سو کی بجائے تین سو اور مرکب سود میں سات سو وصول کرتا ہے۔ اور شرح سود کی زیادتی و کمی اور اس کے پھیلاؤ کے بقدر اشیاء کی قیمتوں کا اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ بنکاری سود ہی کا کمال ہے کہ بیس سال کے عرصہ میں پاکستان کی مجموعی دولت کا ۹۵ فیصد حصہ ۲۲ خاندانوں کے ہاتھ میں سمٹ آیا اور ابھی ھل من مزید کی صدا آرہی ہے۔ قمار (جوئے کی ہر صورت سٹہ بازی جس سے تاجر کروڑوں کے وارے نیارے کرتے ہیں اور پل بھر میں امیر بنا دینے والے ہر داؤ کو حرام کر دیا۔)

احتکار (یعنی ذخیرہ اندوزی) کو حرام قرار دیا۔ رشوت۔ لوٹ کھسوٹ اور ہر قسم کے جبر و اکراہ سے حاصل کردہ مال کو ناجائز بنایا۔

گویا ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کی ان تمام بنیادوں کو اکھیڑ دیا جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔

تجارت میں بھی دھوکہ فریب یا ظلم و زیادتی کی جملہ راہوں کو بند کرنے کے لئے تجارت کی کئی صورتوں کو حرام قرار دے دیا۔

آمدن کے ذرائع کے محدود کرنے کے ساتھ اخراجات کی راہ کشادہ کر دی اور قانوناً دین بنا کر مال کی تقسیم کے طریقے مقرر کر دئیے جس سے مال چند اشخاص کی بجائے پورے معاشرہ میں پھیلتا جاتا ہے۔ اور غریب کی حاجات اسطرح پوری ہو جاتی ہے کہ وہ خود توانگر اور مالدار بن جاتا ہے۔ ان میں بڑی بڑی مدات یہ ہیں :-

زکوٰۃ | سونے چاندی اور تجارتی مال کے اصل پر ڈھائی فیصد سالانہ کے حساب

سے مفلس اور ناداروں کے لئے ان کا حق قرار دے کر جو مال نکالا جاتا ہے۔ اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ ۶۹ میں G.N.P. قومی آمدن ۲۷ ہزار کروڑ تھی اگر صرف اس پر ہی زکوٰۃ نکالی جائے تو ۱۸ سو کروڑ بنتی ہے۔ یہاں یہ نکتہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ افلاس کو ختم کر دینے میں زکوٰۃ کا اتنا عظیم اثر ہے کہ اگر چند سال کے لیئے یہ نظام قائم ہو جائے تو کوئی نادار نہ رہے۔ مالدار اگر کروڑوں ٹن سونے کا مالک ہو اور نمو کی جائز تجارت میں سرمایہ کو نہ لگائے تو اس کا تقریباً سارا سرمایہ چالیس سال میں غریب اور نادار کی جیب میں چلا جائے گا۔ مال کی طرح زمین سے نکلنے والی ہر پیداوار پھل سبزی ترکاری جوٹ کپاس وغیرہ میں دسواں یا بیسواں حصہ غریب کا حق ہے۔ قرآن کہتا ہے: فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ اس میں مانگنے والے اور محتاج کا حق ہے۔ اگر مصنوعی ذرائع سے کاشت ہے۔ تو بیسواں حصہ غریب کا مال ہے ورنہ دسواں حصہ اسی طرح چوپائیوں اونٹ، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ پر بھی زکوٰۃ ہے جس پر رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لکھے ہوئے احکام و فرائض اب تک موجود ہیں۔

دفینوں اور معدنیات کی آمدن کا پانچواں حصہ ناداروں اور غریبوں کا حق ہے۔ اس کے علاوہ صدقہ فطر کفارات وغیرہ کی کئی آمدنیاں غرباء اور ناداروں میں تقسیم ہوں گی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تؤخذ من اغنیاءھم وتردّ علی فقراءھم۔ ان کے امیروں سے لے کر یہ زکوٰۃ اور اس قسم کی دیگر مدات کی رقمیں فقراء میں تقسیم ہوں گی۔ یہ رقم بیت المال میں جمع ہو کر انہیں مصارف پر صرف کی جائے گی۔ جن کی قرآن نے تصریح کی ہے۔ بیت المال سے حاجتمندوں کو ضرورت کے وقت اس رقم سے قرضہ وغیرہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ اجتماعی خزانہ ہے جو ہر فرد کی ضرورت کے وقت کفالت کرتا ہے۔ اور مصنوعی اور ناجائز بینکوں اور سودی کاروبار سے انسانوں کو بچاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہر شیر خوار بچے کو بیت المال سے دو سو درہم ماہوار وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اور بڑوں کے مختلف حیثیتوں سے وظائف مقرر تھے۔ یہ بیت المال ہر شخص کی روٹی کپڑا صحت و مسکن اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کا ضامن ہے۔

اسلام کا میراث کا قانون تقسیم دولت میں بڑا اہم کردار انجام دیتا ہے۔ بڑی بڑی جائیداد زمینداریاں بھی دو تین نسلوں یعنی پچاس ساٹھ میں تقسیم در تقسیم کے عمل سے سمٹ کر رہ جاتی ہیں۔ زمینوں کے ناجائز عطیات کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ ہمارے ملک میں اکثر جاگیریں

اسکی ذیل میں آجاتی ہیں۔ غیر آباد زمینیں آباد کرنے والے کا حق ہے۔ زمیندار پر لازم ہے کہ کاشتکار کے حقوق کی رعایت کرے اور کاشتکار کی اجیر کی حیثیت ہے، جس پر لازم ہے کہ مالک کا حق پورا ادا کرے۔

اسلام نے اجر اور اجیر، سرمایہ دار اور مزدور۔ زمیندار اور کاشتکار کا تعلق "طلب و رسد کی بناء پر قائم نہیں کیا۔ بلکہ بھائی چارے کی اسلامی بنیادوں پر اٹھایا ہے۔ فرمایا ہے جو خود کھاؤ اس کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو اسے پہناؤ۔ اسے برے لقب سے عبد کہہ کر نہ پکارو۔ بلکہ اسے بھائی کہہ کر خطاب کرو۔ قانونی دفعات کے علاوہ اسلام نے اخلاقی لحاظ سے صدقہ خیرات و انفاق پر اس قدر زور دیا ہے۔ کہ بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی نظریہ معاش کو نرا انفاقی نظریہ معاش قرار دے دیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ کہ صحابہؓ بھوکے رہ کر اوروں کو کھلا دیتے تھے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دہش کا یہ حال تھا کہ جب ایک سائل کے سوال پر اسے بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا ریوڑ دے دیا تو وہ بے اختیار پکار اٹھا اے لوگو! ایمان لے آؤ۔ محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ اس کے بعد ناداری کا خوف نہیں رہتا۔

مختصر وقت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا رحمت نظام معیشت پر پوری گفتگو کرنا مجھ جیسے بے علم کے لئے مشکل تھا۔ تاہم اتنی بات کہے دیتا ہوں کہ جس کے پاس اسلام کا عادلانہ نظام موجود ہے وہ کسی دوسرے نظام معاش و اقتصاد کو گوارا نہیں کر سکتا۔ اور جس کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت موجود ہو وہ نکسن و مارشل، دلسن و سمتھ مارکس و انجلیز، لینن و ماؤزے تنگ کی شخصیات پر نگاہ نہیں ڈال سکتا ہے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ   سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

پستول مارکہ آٹا
دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے
نوشہرہ فلور ملز لمیٹڈ نوشہرہ اپنے ان ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے
پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہترین پائیں گے۔
فون ۱۲۶
نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ